آؤ مل کر پڑھیں
ہائر سیکنڈری کلاسز کے لیے
پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بُک بورڈ، لاہور

فہرست

اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے

گیارھویں جماعت کے لیے

مصنف : محمد سہیل عمر

لے آوٹ: ارحان احمد

شاہد امریکہ میں ایک ریسٹورنٹ کا مینیجر ہے۔ وہ ایک ہنسنے بولنے والا انسان ہے اور جب بھی کوئی بات کرتا ہے اچھی اور مثبت بات ہی کرتا ہے۔ اگر کوئی اس سے اس کا حال احوال پوچھے تو اس کا ہمیشہ یہی جواب ہوتا ہے "الحمدللہ۔"

جب کبھی وہ ایک جگہ سے نوکری چھوڑ کر کسی دوسرے ریسٹورنٹ میں جاتا، اکثر بیرے بھی وہاں کی نوکری چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو لیتے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ وہ شاہد کے طور طریقوں کو بہت پسند کرتے تھے۔ وہ فطری طور پر لوگوں کو اچھائی کی طرف راغب کرنے والا شخص تھا۔ اگر کبھی کوئی ملازم کسی مشکل میں گرفتار ہوتا، شاہد ضرور اس کی مدد کو پہنچتا، اس کو تسلی دیتا اور اسے معاملے کا روشن پہلو دکھاتا اور اسے حوصلہ دیتا تھا۔

اس کے یہ طور طریقے دیکھ کر میں تجسس میں پڑ گیا اور ایک دن اس کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا، "میں سمجھ نہیں سکا کہ تم ہر وقت اتنے خوش باش کیسے رہتے ہو؟ آخر تم اس کے لیے کرتے کیا ہو؟" اس نے جواب دیا، "میں روز صبح اٹھ کر اپنے آپ سے کہتا ہوں، آج میرے پاس اختیار ہے کہ میں دو رویوں میں سے ایک چُن لوں۔ ایک خراب رویہ اور ایک خوشگوار رویہ اور میں خوشگوار رویہ چُن لیتا ہوں۔ اس طرح میں سارا دن خوش باش گزارتا ہوں۔ ہر بار جب میرے ساتھ کوئی بری بات ہو جائے پھر بھی میرے پاس اختیار ہوتا ہے کہ یا میں خود اس برائی میں مبتلا ہو جاؤں یا اس سے سبق حاصل کروں، سو میں ہمیشہ سبق حاصل کرنے کو ترجیح دیتا ہوں۔" "لیکن یہ سب کچھ اتنا آسان تو نہیں۔" میں نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔ "آسان کیوں نہیں۔" اس نے جواب دیا، "زندگی اسی کا نام ہے کہ آپ اپنے اختیار کو کس طرح کام میں لاتے ہیں۔ حالات مشکل ہوں یا آسان، یہ آپ ہی کا اختیار ہے کہ آپ کیسا ردِّ عمل ظاہر کرتے ہیں۔ یہ آپ ہی کا انتخاب ہوتا ہے کہ آپ کیسا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔ یہ بھی آپ ہی کے اختیار میں ہوتا ہے کہ دوسرے لوگوں کی بری بھلی باتوں سے اپنا مزاج برہم کر لیں۔ خوش مزاجی یا بد مزاجی دونوں آپ کا اپنا انتخاب ہے۔ اب آپ خود چُن لیں کہ آپ کیسی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔"

چند سال بعد میں نے سنا کہ شاہد نے ایک ایسی غلطی کی ہے جو ریسٹورنٹ کے کاروبار کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئی۔ اس نے ریستوران کا پچھلا دروازہ کھلا چھوڑ دیا جس کی وجہ سے تین مسلح ڈاکو اندر گھس گئے اور سب کچھ لوٹ کر لے گئے۔ جب ڈاکو اس سے اسلحے کے زور پر تجوری کھلوا رہے تھے، وہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔ وہ اپنے کانپتے ہاتھوں

کی وجہ سے تجوری کا نمبر صحیح طریقے سے نہیں ملا پارہا تھا۔ ڈاکو بوکھلائے ہوئے تو تھے ہی، انہوں نے شاہد پر گولی چلادی۔ خوش قسمتی سے جلد ہی لوگوں کی نظر شاہد پر پڑی اور وہ اسے ہسپتال لے گئے۔ اٹھارہ گھنٹے تک اس کا آپریشن ہوا اور اس کے بعد کئی ہفتوں تک اسے خصوصی نگہداشت میں رکھا گیا۔ جب اسے ہسپتال سے چھٹی دی گئی اس وقت بھی اس کے جسم میں گولیوں کے کچھ ٹکڑے رہ گئے تھے۔

اس حادثے کے تقریباً چھ ماہ بعد شاہد سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا، "کیسے ہو؟" "الحمدللہ" اس نے حسبِ معمول جواب دیا۔ پھر اس نے پوچھا، "کیا تم میرے زخموں کے نشان دیکھو گے؟" میں نے کہا "نہیں۔" پھر میں نے اس سے سوال کیا کہ اس وقت اس کے ذہن میں کیا تھا جب ڈاکہ پڑا۔ اس نے جواب دیا، "پہلا خیال میرے ذہن میں یہی آیا کہ مجھے دروازہ بند کر دینا چاہیے تھا۔ اور پھر جب انہوں نے مجھے گولی ماری اور میں فرش پر گر پڑا تو مجھے یاد آیا کہ میرے پاس تو دو باتوں کا اختیار ہے۔ یا تو میں زندہ رہنے کی جدوجہد کروں یا پھر ہاتھ پاؤں چھوڑ دوں اور مر جاؤں۔ میں نے زندگی کا انتخاب کیا۔ "کیا تم خوفزدہ نہیں تھے؟" میں نے پوچھا۔ "ہسپتال کا عملہ بڑا مہربان تھا۔" اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، "وہ مسلسل مجھے تسلی دیتے رہے کہ میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔ لیکن جب وہ مجھے ایمرجنسی روم میں لے گئے اور میں نے وہاں موجود ڈاکٹرز اور نرسوں کے چہروں کے تاثرات دیکھے تو میں واقعی خوفزدہ ہو گیا۔ ان کی آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ یہ شخص مر چکا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ اب مجھے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔" "پھر تم نے کیا کیا؟" میں نے پوچھا۔ "وہاں ایک بڑی عمر کی نرس بھی تھی جو چیخ چیخ کر مجھ سے کچھ معلومات لے رہی تھی۔" شاہد نے جواب دیا۔ "وہ نرس پوچھنے لگی کہ کیا تمہیں کسی چیز سے الرجی بھی ہے؟ میں نے کہا "ہاں۔" ڈاکٹروں اور نرسوں نے اپنے ہاتھ روک لیے اور میرے جواب کا انتظار کرنے لگے۔ میں نے ایک لمبی سانس لی اور کہا "گولیوں سے!" وہ سب بے ساختہ ہنسنے لگے اور میں نے انہیں بتایا کہ دراصل میں نے زندہ رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس لیے آپ لوگ جلد از جلد میرا آپریشن کریں۔ بھئی میں زندہ ہوں، ابھی مرا تو نہیں۔

اللہ کی مہربانی اور ڈاکٹروں کی کوشش سے شاہد کی جان بچ گئی لیکن اس میں کچھ ہاتھ شاہد کے حیرت انگیز رویّے کا بھی تھا۔

میں نے اس سے یہ بات سیکھی کہ یہ اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے کہ آپ اپنی زندگی کے ہر دن کو بھرپور اور خوش گوار طریقے سے گزاریں یا منفی سوچ سے اسے ضائع کر دیں۔

شہدائے پشاور کے لیے ایک نظم

تم زندہ ہو

جب تک دنیا باقی ہے، تم زندہ ہو

تم زندہ ہو

اے میرے وطن کے شہزادو تم زندہ ہو

خوشبو کے رُوپ میں اے پھُولو تم زندہ ہو

ہر ماں کی پُرنم آنکھوں میں۔ ہر باپ کے ٹوٹے خوابوں میں

ہر بہن کی اُلجھی سانسوں میں۔ ہر بھائی کی بکھری یادوں میں

تم زندہ ہو ۔ تم زندہ ہو

ہم تم کو بھول نہیں سکتے۔ یہ یاد ہی اب تو جیون ہے

ہر دل میں تمہاری خوشبو ہے۔ ہر آنکھ تمہارا مسکن ہے

تم زندہ ہو ۔ تم زندہ ہو

جن کو بھی شہادت مل جائے۔ وہ لوگ امر ہو جاتے ہیں

یادوں کے چمن میں کھِلتے ہیں۔ خوشبو کا سفر ہو جاتے ہیں

تم بجھُے نہیں ہو روشن ہو

ہر دل کی تم ہی دھڑکن ہو

تم زندہ ہو ۔ تم زندہ ہو

کل تک تھے بس اپنے گھر کے باسی تم

اب ہر اک گھر میں بستے ہو

تم زندہ ہو

اے میرے وطن کے شہزادو تم زندہ ہو

خوشبو کے رُوپ میں اے پھُولو تم زندہ ہو

جب تک دنیا باقی ہے تم زندہ ہو

تم زندہ ہو ۔

(امجد اسلام امجدؔ)

آہنی عزم کی سچی کہانی

بارھویں جماعت کے لیے

مصنف : بشریٰ سہیل

لے آوٹ: ارحان احمد

آہنی عزم کی سچی کہانی

۱۸۸۳ء کی بات ہے، جان رابلنگ نامی ایک انجینئر کے ذہن میں ایک اچھوتا خیال آیا اس نے سوچا کہ کیوں نہ نیویارک اور لانگ آئی لینڈ کو ملانے کے لیے ایک پل بنایا جائے۔ اور پل بھی ایسا جس کی مثال نہ ملتی ہو دنیا بھر کے ماہرین ایسے کسی پل کی تعمیر کو ناممکن سمجھتے تھے۔ وہ رابلنگ کو برابر یہی مشورہ دے رہے تھے کہ وہ اس تعمیر کا خیال دل سے نکال دے۔ ایسی کسی چیز کو سوچ لینا تو آسان ہے لیکن بنانا مشکل بلکہ ناممکن۔

ادھر رابلنگ کے ذہن میں اس شاندار پل کا نقشہ اس طرح جڑ پکڑ چکا تھا کہ وہ کسی بھی صورت میں اس سے دستبردار ہونے پر تیار نہیں تھا۔ وہ ہر وقت اس کے بارے میں سوچتا رہتا اور اس کا دل گواہی دیتا تھا کہ وہ اس پل کو تعمیر کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ہاں البتہ وہ اپنے اس خواب میں کسی کو شریک کرنا چاہتا تھا۔ اس کا ایک بیٹا جس کا نام واشنگٹن تھا انجینئر نگ کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ رابلنگ نے بڑی بحث و تمحیص کے بعد آخر کار اپنے بیٹے سے یہ بات منوالی کہ پل کی تعمیر ممکن ہے۔ اب پہلی بار باپ اور بیٹے نے مل کر کام کرنے پر غور کرنا شروع کیا۔ اس راہ میں کیسی دشواریاں پیش آئیں گی، ان پر کس طرح قابو پایا جائے گا اور یہ دشوار کام کس طرح مکمل کیا جائے گا یہ یقیناً بڑے مسائل تھے اور باپ بیٹا مل کر بڑی سرگرمی اور جوش کے ساتھ ان مسائل کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے تھے۔ آخر کار انہوں نے اس چیلنج کو قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ انہوں نے پل کی تعمیر کے لیے ضروری عملہ بھرتی کیا اور ایک عزم کے ساتھ تعمیر شروع کر دی۔

اس طرح یہ منصوبہ خوش اسلوبی سے شروع ہو گیا لیکن ابھی کچھ ہی مہینے گزرے تھے کہ کام کے دوران ایک افسوسناک حادثے میں جان رابلنگ ہلاک ہو گیا جبکہ واشنگٹن شدید زخمی ہوا۔ حادثے کے نتیجے میں اس کے دماغ کا کچھ حصہ اس طرح متاثر ہوا کہ وہ چلنے، بولنے حتیٰ کہ حرکت کرنے سے بھی معذور ہو گیا۔ لوگ ان باپ بیٹوں کے بارے میں اس طرح باتیں کیا کرتے، "دیوانے لوگ۔۔۔۔۔۔ ان کے دیوانے خواب!" "ایسے پاگل پن کے منصوبوں کے پیچھے بھاگنا تو نری بے وقوفی ہے!" اب ان کے متعلق ہر شخص منفی تبصرہ ہی کر رہا تھا اور سبھی کی رائے یہ تھی کہ اب اس منصوبے سے ہاتھ اٹھا لینا چاہیے کیونکہ صرف رابلنگ اور واشنگٹن ہی جانتے تھے کہ پل کیسے تعمیر کیا جائے گا لیکن اپنی تمام تر معذوری کے باوجود واشنگٹن نے حوصلہ نہیں ہارا تھا۔ وہ اب بھی پل کی تعمیر مکمل کرنے کی شدید خواہش رکھتا تھا اور اس کا دماغ اب بھی پہلے ہی کی طرح تیز اور سرگرم تھا۔

اس نے کوشش کی کہ اپنے جوش و جذبے کو اپنے کچھ دوستوں میں منتقل کردے اور ان سے تعمیر کا کام لے، لیکن اس کے دوست اس مشکل کام کا بوجھ اٹھانے سے ڈر گئے۔ وہ ہسپتال کے کمرے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ کھڑکی سے سورج کی روشنی کمرے میں آرہی تھی۔ ہوا کا ایک جھونکا آیا، پردے اڑے اور ایک لمحے کو اسے باہر کی خوبصورت دُنیا کی جھلک نظر آئی۔ اس کے دل میں امید کی لہر دوڑ گئی اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی معذوری کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے گا۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اس کی صرف ایک انگلی حرکت کرسکتی تھی، اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی اس کار آمد انگلی سے پورا پورا کام لے گا۔ رفتہ رفتہ اس نے صرف انگلی کی حرکت سے ایک ایسی بے آواز زبان ایجاد کرلی جس کے ذریعے وہ اپنی بیوی کو اپنی بات سمجھانے کے قابل ہو گیا۔

ایک دن اس نے اپنی بیوی کے بازو پر ٹھوکا دیا۔ اس کی بیوی سمجھ گئی کہ وہ انجینئرز کو دوبارہ بلانا چاہتا ہے۔ جب انجینئرز آ گئے تو اس نے اسی طریقے سے اپنی بیوی کے ذریعے انہیں بتانا شروع کیا کہ اب آگے کیا کرنا ہے۔ اس کی بیوی اس کے اشارے سمجھ کر ماہرین کو بتایا کرتی تھی۔ اگرچہ یہ طریقہ دیکھنے میں احمقانہ ہی لگتا تھا لیکن بہرحال منصوبے پر دوبارہ کام شروع ہو گیا۔

تیرہ سال تک واشنگٹن اپنی بیوی کے بازو پر اپنی واحد کار آمد انگلی سے ٹھوکے دے دے کر ہدایات دیتا رہا یہاں تک کہ پل منصوبے کے مطابق مکمل ہو گیا۔

آج بروکلین کا شاندار اور قابلِ دید پل شان سے سر اٹھائے، ایک انسان کے ناقابلِ تسخیر ارادے کو خراجِ تحسین پیش کر رہا ہے جس نے مشکلات سے ہار نہیں مانی ۔ یہ تعریف ان ماہرین اور انجینئرز کے لیے بھی ہے جو اس شخص پر اعتماد کرتے تھے جسے آدھی دنیا پاگل قرار دے چکی تھی ۔ یہ پل واشنگٹن کی بیوی کے کارنامے اور محبت کی داستان بھی سناتا ہے جس نے تیرہ سال تک بڑے صبر کے ساتھ اپنے شوہر کی خاموش زبان کا ترجمہ کرکے ماہرین کو بتایا کہ انہیں اب کیا کرنا ہے۔

شاید دُنیا میں ایسی مثال موجود نہ ہو کہ ایک شخص نے اتنی شدید جسمانی معذوری کے باوجود اتنا مشکل بلکہ تقریباً ناممکن کام کر دکھایا ہو۔ اپنی روزمرہ زندگی میں ہمیں جن رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ عموماً ان رکاوٹوں سے بہت چھوٹی ہوتی ہیں جن سے بہت سے دوسرے لوگوں کو گزرنا پڑتا ہے۔

بروکلین کا پل ہمیں سبق دیتا ہے کہ اگر ہمارے اندر صلاحیت، عزم اور مستقل مزاجی موجود ہے تو ناممکن کو بھی ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ حالات چاہے جیسے بھی ہوں۔

بہادر بچے (گیت)

پاکستانی بچے ہیں ہم ، امن سے اتنا پیار ہمیں
اپنے اندر کے دشمن سے لڑنا ہے اس بار ہمیں

دریا میں طغیانی ہے ، منجدھار میں کشتی ٹھہری ہے
لیکن ہم نے سوچ لیا ہے، جانا ہے اُس پار ہمیں

کلیاں دل کی کِھل جائیں گی، بادِصبا اِٹھلائے گی
فصلِ بہار ہے آنے والی ، دِکھتے ہیں آثار ہمیں

صحنِ چمن کی مٹی کو ہم اپنے خون سے سینچیں گے
اس کا اِک اِک صحرا آخر کرنا ہے گلزار ہمیں

ہم آنکھوں میں سپنے لے کر آگے بڑھتے جائیں گے
موت سے ہم کو ڈر نہیں لگتا، جینے سے ہے پیار ہمیں

منزل پر پہنچیں گے اِک دن ، وہیں قیام کریں گے
روک نہیں سکتی ہے ناؔصر کوئی بھی دیوار ہمیں

ناؔصر بشیر

دہشت گردی

مصنف : شہزاد محمود علی

لے آوٹ: کامران افضال

دہشت گردی

1. دہشت گردی کیا ہے؟

دہشت کو انگریزی میں Terror اور عربی میں "اہراب" کہتے ہیں۔ یعنی جب کوئی فرد، معاشرہ یا قوم خوف کی کیفیت میں مبتلا ہو جائے، اس کا امن تباہ و برباد ہو جائے، چین و سکون غارت ہو جائے اور ہر لمحہ عدم تحفظ کا شکار رہے تو اسے دہشت زدہ Terrorized کہتے ہیں۔ اور جو اس کیفیت کے پیدا کرنے کا باعث ہو اسے Terrorist، اہرابی یا دہشت گرد کہتے ہیں۔ دہشت قتل یا موت کے ہم معنی نہیں۔ موت تو دہشت میں مبتلا کرنے کی متعدد صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔ دوسروں کی موت دیکھ کر یا موت کے خوف سے انسان دہشت زدہ ہو جاتے ہیں۔

2. دہشت گردی کے اثرات کیا ہیں؟

دہشت کے نتیجے میں معاشرے میں خوف و ہراس اور سنسنی Sensation پھیلتی ہے۔ انسان خوف کی کیفیت میں مبتلا ہو کر کام کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں۔ سوچنے سمجھنے، ترقی کرنے کے ولولے اور خوشیوں سے لطف اٹھانے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ آگے بڑھنے کے جذبات سے محروم ہونے لگتے ہیں۔ کسی ایسے خوف پیدا کرنے والے واقعے کے بعد اپنا اور دوسروں کا حوصلہ بڑھاتے رہنا اچھا ہوتا ہے۔ ہمارے خوف میں رہنے سے دہشت گردی کرنے والے مزید کامیاب ہوتے ہیں۔

3. کیا کرنا چاہیے؟

ہمیں چاہیے کہ ہم قوم کے حوصلے بلند کرنے کا بندوبست کریں۔ قوم کو متحد کرنے کی کوئی تدبیر کریں۔ نوجوانوں کو سکاؤٹنگ، شہری دفاع اور عسکری تربیت کی طرف مائل کریں۔ کھیل اور باغبانی پر توجہ دیں۔ اپنے محلے میں دوستی اور امن سے رہیں۔

4. رواداری اور امن

تمام نبی اور رسول سچے تھے۔ مسلمان تمام انبیاء کرام کا احترام کرتے ہیں اور ان کی سچائی پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس طرح دوسرے مذاہب کے پیروکار بھی ہمارے لیے قابلِ احترام ہیں۔ ان کے ساتھ امن سے رہنا ہمارے دین کا حکم ہے۔ غیر مسلم اور مسلم سب انسان ہیں۔ مذہب کے معاملے میں جبر کی سختی سے ممانعت ہے۔ گویا کسی انسان کو غیر مسلم ہونے کی بنیاد پر نہ تو نفرت کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی جبر و تشدد کا۔ اسلام نے رواداری کی تعلیم دی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور میں غیر مسلموں کا ایک وفد مدینہ ملاقات کے لیے آیا۔ آپؐ نے اسے مسجد میں ٹھہرایا اور خود اُن کی مہمان نوازی کی۔ آپؐ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ آپؐ نے تب بھی اُن سے سختی کا سلوک نہ کیا بلکہ اُن کی مہمانداری جاری رکھی۔

اس بظاہر چھوٹے سے واقعہ میں ایک بہت بڑا سبق چھپا ہے۔ کہ اگر ہمارے نبیؐ دوسرے مذہب کے لوگوں کا احترام کرتے تھے، اپنے ہاتھوں سے ان کی مہمان نوازی کرتے تھے اور ان کے اسلام قبول کرنے سے انکار پر بھی برا نہیں مناتے تھے تو ہم ایک عام مسلمان ہو کر کیسے غیر مسلموں سے سختی یا جبر کا سلوک کر سکتے ہیں؟ اس فعل کی اسلام میں نہ کوئی گنجائش ہے نہ اجازت۔

5. کسی انسان کی سوچ دہشت گردی کی طرف منتقل کیسے ہوتی ہے؟

(i) **لالچ:** یعنی کئی لوگ معاوضے کے لالچ میں دوسروں کو دہشت زدہ کرتے اور لوٹتے ہیں۔

(ii) **جہالت:** دینی تعلیم کے معاملے میں جب اپنی من مرضی کی روایات اور تاویلیں گھڑ کر سکھائی جاتی ہیں تب ہی معصوم ذہن بچے اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اس جہالت کو جڑ سے کاٹنے کے لیے ضروری ہے کہ دین کا درست فہم عام کیا جائے۔ شدت پسندی کی بنیادی وجہ قرآن و سنت کی غلط تشریح ہے۔ ایسی تشریح کی حوصلہ شکنی ضروری ہے جو دوسرے مسلمانوں کو غلط عقیدہ قرار دے۔ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچی تعلیمات کا فیضان براہِ راست حاصل کرنا چاہیے۔ آپؐ تو سراپا رحمت تھے۔ دوسروں کے ہمدرد تھے۔ دوسرے انسانوں کو تکلیف میں دیکھ کر بے چین ہو جاتے اور انسانیت کا غم کھانے والے تھے۔

(iii) **نفرت:** حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات میں دوسرے مذاہب کا احترام سکھایا گیا ہے۔ دوسرے مذاہب یا ہمارے نظریات سے اختلاف رکھنے والوں سے نفرت درست نہیں۔ مذاہب کے درمیان تصادم پر کوئی مذہب اصرار نہیں کرتا۔ اس کے برعکس ہر مذہب نے انسانیت سے پیار اور نفرت و غصے سے پرہیز کی ہدایت کی ہے۔ کوئی سچا مذہب دوسرے انسانوں سے نفرت کی تعلیم نہیں دے سکتا۔ اسلام تو سارے ہی مذاہب سے محبت و اخوت کا درس دیتا ہے۔ کلامِ پاک کی ہدایات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات میں جا بجا ایک ہی سبق دیا گیا ہے کہ مظلوموں کی مدد کرو، مسکینوں کو سہارا دو، یتیموں کی دادرسی کرو اور بیواؤں کو تحفظ دو۔ اس سلسلے میں مذہب کی کوئی تفریق روا نہیں۔ ہم بھی اپنے اندر برداشت کا مادہ پیدا کریں اور اپنے

خیالات ونظریات کودوسروں پر نہ ٹھونسیں۔اس سے اللہ بھی راضی ہوگا اوراس کا رسولؐ بھی۔

(iv) اقتدار یا طاقت کی خواہش: ہر جائز اور نا جائز طریقے سے طاقت کے حصول کی اندھی خواہش بھی انسان کو دہشت گردی کی طرف لے جاتی ہے تا کہ دوسرے انسانوں کوخوف زدہ کر کے ان پر اقتدار حاصل کرلیا جائے۔

الغرض دہشت گردی سے ملکی ترقی پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔فرقہ واریت معاشرے اور مذہب کی تباہی کا باعث ہے۔فرقہ واریت کا شر پھیلا کر مسلمانوں کوایک دوسرے کے قتل پر اکسانے والے نام نہاد علماء کسی بھی اعتبار سے حقیقی اسلام کے ترجمان نہیں کہلوا سکتے۔

دہشت گردی کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑنے میں ہی ہماری قوم کی بقا ہے۔اس عمل کو نفرت کی نظر سے دیکھیں اور سب کے دل ودماغ میں اس انتہائی برے فعل کے خلاف نفرت کو بھر دیں۔اس کے لیے ہمیں دہشت گردی کے خلاف ایک تحریک کا آغاز کرنا ہوگا۔دہشت گردی کے خلاف اٹھائے گئے حکومتی اقدامات کے ساتھ کھڑا ہونا ہوگا۔تقریر سے تحریر سے اور عمل سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہم دہشت گردی سے نفرت کرتے ہیں۔

قومی ترانہ

پاک سَرزمین شاد باد　　کِشورِ حسِین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان　　ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سَرزمین کا نِظام　　قُوّتِ اُخوّتِ عوام
قوم مُلک سلطنت　　پایندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد

پَرچمِ ستارہ و ہِلال　　رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال　　جانِ اِستِقبال
سایۂ خدائے ذُوالجلال